ڈاکٹر حافظ حقانی میاں قادری☆

پہاڑ اور فلکیات

قرآن مجید، احادیث نبوی ﷺ اور جدید سائنس کی روشنی میں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعثت کے مقاصد اور اندازِ تربیت میں بنی نوعِ انسان کو صرف توحید و رسالت کے مذہبی، روحانی، اعتقادی اور اخلاقی پہلوؤں سے ہی آراستہ و پیراستہ کرنا نہیں تھا۔ بلکہ انہیں علم و حکمت، دانائی و شعور کی دولت سے بھی نوازنا تھا۔

ارشاد خداوندی ہے:

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّالَمْ تَكُوْنُوا تَعْلَمُوْنَ ۝ (۱)

جیسے ہم نے تمہارے اندر تمہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو تم پر ہماری آیات تلاوت فرماتا ہے۔ اور تمہارا تزکیہ فرماتا ہے۔ اور تمہیں کتاب الٰہی اور حکمت و دانائی کی تعلیم دیتا ہے۔ اور تمہیں وہ سکھاتا ہے جو تم بالکل نہیں جانتے تھے۔

قرآن پاک نے وضاحت کے ساتھ اس حقیقت کو بیان کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو قرآنی آیات کی تلاوت کے نور سے آراستہ کیا اور پھر ان کے نفوس کا تزکیہ فرمایا۔ اور پھر اس امت کو جہالت و ضلالت کے گھٹاٹوپ اندھیروں سے نکالنے کے لئے تعلیمات قرآنی

☆۔ مدیر ماہنامہ ''تعمیر افکار'' کراچی

سے پیراستہ کیا تو یہ امت علم و عرفان کے نور سے جگمگا اٹھی اور اس کے ساتھ ساتھ فہم و فراست، تدبّر و تفقہ اور حکمت و دانش سے مزین کیا۔

اس کے بعد معلم کتاب و حکمت نے اس امت کو تمام اسرار و معارف کی نہ صرف نشان دہی فرمادی جن سے ظاہری و باطنی تہذیب و تمدن کا ارتقاء ممکن تھا۔ بلکہ اپنی حیاتِ مبارکہ میں ہمہ جہت ارتقاء و تکمیل کے نظام کی بنیاد رکھ دی۔ معاشرتی و مملکتی استحکام، روحانی و مادی ثقافت، تہذیب و تمدن، فنون و علوم اور سائنسی ارتقا کی شاہراہیں کھول دیں اور اس امت کو اپنی نگرانی و رہنمائی میں ان پر کامیابی کے ساتھ اس طرح گامزن فرمایا کہ وہ تیزی کے ساتھ آگے بڑھتی گئی۔

یہ بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان کا اثر تھا کہ امت مسلمہ اللہ تعالیٰ کے اس وعدے:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (۲)

اور اسی طرح ہم نے تمہیں افضل امت بنایا ہے تاکہ تم بنی نوعِ انسان پر نگران بنو اور رسول تم پر نگران رہیں۔

اس آیت کے بموجب یہ امت پہلی صدی ہجری ہی میں اقوام عالم کی نگران بن گئی۔ اور ہر گوشے سے اپنی اس حیثیت فضیلت و فوقیت کا لوہا منوالیا۔ یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس علمی، سائنسی اور ثقافتی ترقی کے معین تذکرے بھی فرمادیئے۔

چنانچہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

لقد ترکنا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ومایحرك طائر جناحیہ فی السماء الا اذکرلنا منہ علما۔ (۳)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ہم سے رخصت ہوئے تو آپ نے اس قدر علم بھی ہم سے بیان کئے بغیر نہ چھوڑا کہ آسمان میں ایک پرندہ جو اپنے پروں کو حرکت دیتا ہے۔ آپ ﷺ نے اس کا علم بھی ہمیں بتادیا تھا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

والذی نفسی بیدہ لا تقدم الساعۃ حتیٰ تکلم السباع الانس و حتی تکلم الرجل عذبہ سوطہ و شراك نعلہ و تخبرہ فخذہ بما احدث اھلہ بعدہ۔ (۴)

اس ذات کی قسم کہ جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ بہائم عصا کے دستوں اور جوتوں کے تسموں جیسی چیزیں انسانوں سے ہم کلام ہو جائیں گی۔ اسی طرح انسانی اعضا کی مانند جاسوسی کے آلات اسے خبر دینے لگیں گے۔ کہ اس کے بعد اس کے گھر والے کیا کرتے رہے ہیں۔

اس حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں سائنسی ترقی کا تذکرہ کیا گیا ہے اور موجودہ ترقی یافتہ دور کے ان تمام صوتی و سمعی آلات اور الیکٹرانک سسٹم کا اشارہ فرمادیا گیا ہے جو تفتیش و تحقیق، جاسوسی اور ترسیلات و مواصلات کے سلسلے میں زیر استعمال آرہے ہیں۔

زمان و مکان سے متعلق دور جدید کی سائنسی ترقی کے بارے میں حدیثِ ابوالزاہریہ میں ہے کہ مخبر صادق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

ان اللّٰہ تعالیٰ قال ابث العلم فی اخرالزمان حتی یعلمہ الرجل والمرأۃ والعبد والحر و الصغیر والکبیر فاذا فعلت ذالك بھم اخذ تھم بحقی علیھم۔ (۵)

بے شک اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ میں آخری زمانے میں علم کو خوب پھیلادوں گا۔ حتیٰ کہ مردوں عورتوں، غلاموں، آزادوں، اور چھوٹوں بڑوں سب تک علم پہنچ جائے گا۔ پھر جب میں لوگوں کے ساتھ یہ معاملہ کرلوں گا تو پھر ان پر اپنے حقِ واجب کی بناپر گرفت بھی کروں گا۔

حضرت ابوزید انصاری اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

فحدثنا (واخبرفیھا) بماکان وبما ھوکائن الیٰ یوم القیامۃ فا علمنا احفظنا۔ (۶)

پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں فرمادیا (اور ہمیں بتادیا) جو کچھ پہلے ہو چکا تھا اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا تھا۔ سو ہم میں زیادہ عالم وہی ہے جس نے زیادہ یاد رکھا۔

ذیل کی حدیث میں ملاحظہ فرمایئے کہ کس خوب صورت انداز میں قانونِ حرکت کو بیان فرمایا گیا ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سیکون فی اخرامتی رجال یرکبون علی المیاثربدل السروج العظام (۷)

عنقریب میری امت کے آخری دور میں لوگ گوشت پوست اور ہڈیوں کے جانوروں کے بجائے دوسری سواریوں پر سفر کریں گے۔

آج اس حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی تفسیر ہمیں موٹر گاڑیوں، جہازوں، ریلوں اور پانی کے جہازوں کی شکل میں نظر آتی ہے۔اس انداز کی بے شمار احادیث ہمیں سائنس، سائنسی ایجادات واکتشافات اور سائنسی ترقی کی نوید سناتی ہیں۔

معروف یورپی محقق (Robert Gulick) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات وفرمودات اور اِن احادیث کو کن الفاظ میں ذکر کرتا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے:

اس بات کو بخوبی ذہن میں رکھنا چاہیۓ کہ ان احادیث کو انتہائی مستند حیثیت حاصل رہی ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ان فرمودات کا بڑا مفید اور گہرا اثر مرتب ہوا ہے، ان احادیث نبوی ﷺ نے اسلامی تہذیب کے سنہری دور کے عظیم مفکرین پر نہایت حوصلہ افزا اور رہنما اثر ڈالا ہے۔(۸)

آگے چل کر پروفیسر رابرٹ مزید لکھتے ہیں:

These statements must not be construed as idle and useless words. The results have been very substantial. The strength of Islamic science was its devotion to practical matters rather than to the vague notions of the Byzantine Greeks.(9)

ان فرمودات کو بے فائدہ اور بے مقصد نہیں سمجھنا چاہیۓ۔ ان پر عمل کرنے

کے ٹھوس نتائج مرتب ہوئے ہیں۔ اسلامی سائنس کی اصل طاقت اس بات میں مضمر ہے کہ یہ بازنطینی یونانی توہمات کے برعکس تجرباتی امور پر زیادہ متوجہ ہوتی ہے۔

پادری جارج بش (Reverend George Bush) نے اپنی کتاب Life of Muhammad میں اسی علمی، سائنسی اور ثقافتی انقلاب کے حوالے سے کہا ہے کہ الہامی کتابوں کے حوالے سے کوئی بھی تاریخی انقلاب اتنے ہمہ گیر اثرات کا حامل نہیں جس قدر وہ انقلاب ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پائیدار بنیادوں سے اٹھایا اور بتدریج استوار کیا۔

تو یہ ایک مسلمہ تاریخی حقیقت ہے کہ عالم اسلام کی یہ جملہ علمی، سائنسی اور ثقافتی ترقی در حقیقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مقدسہ کا ہی فیضِ مسلسل ہے۔ کیونکہ اولاً اس تمام تحقیق و ترقی کی خبر مخبر صادق حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی اور مسلمان سائنس و ٹیکنالوجی اور تحقیق کی طرف متوجہ ہوئے۔

پیشِ نظر مقالے میں پہاڑ، ان کی ساخت اور زمین پر ان کا وجود، فلکیات، اور نظامِ فلکی کا تذکرہ ہے۔ قرآن مجید اور ارشادات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں جدید سائنسی تحقیقات سے ان کا موازنہ کیا گیا ہے اور موجودہ وقت کے نامور سائنس دان اس بات کی شہادت دے رہے ہیں کہ جو کچھ قرآن مجید میں اس بارے میں بتایا گیا اور مخبر صادق حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں چودہ سو سال پہلے جو کچھ فرمایا وہ سو فیصد سچ ہے۔ اور بقول موریس بیوکیل کہ:

قرآن مجید میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جو ان معلومات کی تردید کرتی ہو جو ہمیں آج ان اجرام فلکی کے بارے میں حاصل ہیں۔ (۱۰)

کس قدر حیرت کا مقام ہے کہ آج سے چودہ سو سال قبل جب کہ معلمِ کتاب و حکمت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فلک بینی یا فلک پیمائی کا کوئی آلہ موجود نہ تھا قرآن مجید نے ایک ایسی بات کہہ دی جس کا انکشاف ۱۹۴۸ء میں کوہِ پیلومر پر نصب ایک بہت بڑی دوربین نے کیا اور وہ یہ کہ کائنات پھیل رہی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْىدٍ وَاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ (۱۱)

اور ہم نے آسمان کو اپنے ہاتھوں سے بنایا اور ہم اس میں توسیع کرتے رہیں گے۔

یہ بات قرآن مجید کے وحی الٰہی ہونے کا قطعی ثبوت ہے۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ

وسلم کے نبی برحق ہونے کی کھلی دلیل اور اللہ تعالیٰ کے موجود ہونے کی بین نشانی ہے۔

قرآن مجید میں پہاڑوں کا تذکرہ

ایک کتاب جس کا نام Earth ہے دنیا کی بہت سی یونیورسٹیوں میں ایک بنیادی حوالہ جاتی کتاب (Reference Textbook) مانی جاتی ہے اس کتاب کے دو مصنفوں میں سے ایک کا نام پروفیسر فرانک پریس (Prof Prank Press) ہے۔ پروفیسر فرانک پریس امریکہ کے سابق صدر جمی کارٹر (Jimmy Carter) کے سائنس اور ٹیکنالوجی کے مشیر رہے ہیں اور بارہ سال تک نیشنل اکیڈمی آف سائنسز واشنگٹن ڈی سی (National Academy of Sciences, Washington, DC) کے صدر رہ چکے ہیں، ان کی کتاب Earth کے مطابق پہاڑوں کے نیچے تہیں (Underlying Roots.) بچھی ہوئی ہوتی ہیں۔(۱۲)

یہ تہیں گہرائی میں مضبوطی کے ساتھ زمین میں جمی ہوئی ہیں۔اس طرح پہاڑ کھونٹے کی شکل کے نظر آتے ہیں۔(۱۳)

اس بات کو قرآن مجید نے کس طرح بیان کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں:

اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ۝ وَالْجِبَالَ اَوْتَادًا ۝ (۱۴)

کیا ہم نے زمین کو تمہارا فرش نہیں بنایا اور پہاڑوں کو زمین کی میخیں۔

جدید زمینی سائنس نے اس بات کو ثابت کر دیا ہے کہ پہاڑ سطح زمین کے نیچے گہری تہیں رکھتے ہیں۔اور یہ تہیں بعض اوقات سطح زمین سے بلند بھی ہو جاتی ہیں۔(۱۵)

تو پہاڑوں کی صورت حال کو صحیح طور پر واضح کرنے کے لئے مناسب ترین لفظ "میخ" ہے۔ جس کو ہم کیل بھی کہہ سکتے ہیں۔ اور یہ میخیں سطح زمین کے اندر مظبوطی سے جمی ہوئی اور چھپی ہوئی ہیں۔ سائنسی تاریخ سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ پہاڑوں کے نیچے گہری تہوں کا نظریہ (Theory) انیسویں صدی کی پچاسویں دہائی کے بعد معلوم ہوا۔(۱۶) پہاڑ زمین کی تہ (پرت) کو مضبوطی سے جمانے میں بھی اہم کردار ادا کرتے ہیں۔(۱۷) یہ زمین کو ہلنے سے روکتے ہیں۔

قرآن مجید میں اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں:

وَاَلْقٰى فِى الْاَرْضِ .... وَسُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ۔ (۱۸)

اور زمین پر پہاڑوں کا بوجھ رکھ دیا تاکہ زمین تم کو لے کر کسی طرف جھکنے نہ پائے

اور ندیاں اور راستے بنائے تاکہ تم منزل پر پہنچ سکو۔

اسی طرح سطح زمین کی ساخت کے بارے میں حالیہ نظریہ یہ ہے کہ پہاڑ زمین کو ثبات عطا کرتے ہیں۔ یہ بات زمینی علوم کے ماہرین کے علم میں ۱۹۶۰ء کے بعد آئی ہے۔

کیا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کوئی شخص پہاڑوں کی صحیح شکل کو جانتا تھا؟ کیا اس وقت کوئی شخص یہ تصور کر سکتا تھا کہ یہ بڑے اور ٹھوس پہاڑ جو اس کے سامنے موجود ہیں زمین کے نیچے گہرائیوں میں ان کی تہیں پھیلی ہوئی ہیں، جس کو آج سائنس دان وثوق سے بیان کر رہے ہیں۔

قرآن مجید، کائنات کی اشیا کا منبع

جدید علم کائنات (Science of Modern Cosmology) مشاہداتی اور نظریاتی طور پر یہ بتاتی ہے کہ ایک وقت ایسا بھی تھا کہ جب تمام کائنات دھویں کا بادل تھی۔ (ایک مبہم، بہت زیادہ ٹھوس اور گرم گیسوں کا مجموعہ)(۱۹)

یہ جدید علم کائنات کی غیر متنازع حقیقت ہے، اب سائنس دان اس باقی دھویں (Smoke) میں سے نئے ستاروں کا مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ ہم اس دھویں کے مادے میں رات کو ان جگمگاتے ہوئے ستاروں کو اس طرح سے دیکھ سکتے ہیں جیسا کہ یہ پوری کائنات تھا۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ وَهِیَ دُخَانٌ ۔ (۲۰)

پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور وہ اس وقت تک دھویں کی طرح تھا۔

کیونکہ زمین اور آسمان اسی "دھویں" سے بنائے گئے ہیں۔ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ زمین اور آسمان ایک دوسرے سے ملے ہوئے وجود تھے۔ پھر اس ایک قسم کے دھویں Homogeneous Smoke سے ان کو بنایا گیا اور ایک دوسرے سے علیحدہ کر دیا گیا۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

اَوَلَمْ یَرَالَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ۔ (۲۱)

کیا جو لوگ منکر ہیں انہوں نے نہیں دیکھا کہ تمام آسمان اور زمین منہ بند تھے پھر

ہم نے ان کے طبقات کو الگ کر کے کھول دیا۔

ڈاکٹر الفرڈ کرونر (Dr. Alfred Kroner) دنیا کے معروف ماہر علم الارضیات میں سے ایک ہیں۔

وہ جوہانز گیٹمبرگ یونیورسٹی مینز جرمنی (Johannes Gutenberg University Mainz Germany) کے انسٹی ٹیوٹ آف جیوسائنس (Institute of Geosciences) میں علم الارضیات کے پروفیسر اور علم الارضیات کے شعبہ کے چیئرمین ہیں وہ کہتے ہیں:

> سوچئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہاں تشریف لائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان کے لئے اس قسم کی معلومات کا حصول تقریباً ناممکن تھا مثلاً کائنات کا مشترکہ نقطہ آغاز وغیرہ کیونکہ سائنس دانوں نے بھی بہت ہی پیچیدہ اور جدید ترقی یافتہ ٹیکنالوجی کے ذریعے ان معلومات کو کچھ سال پہلے ہی حاصل کیا ہے اور واقعتاً ایسا ہی ہے۔(۲۲)

انہوں نے مزید کہا:

> Somebody who did not know something physics fourteen hundred years ago could not, I think, be in a position to find out from his own mind, for instance, that the earth and the heavens had the same origin. (23)
>
> چودہ سو سال پہلے جو شخص نیوکلیائی طبعیات (Nuclear Physics) میں کچھ نہیں جانتا تھا میں سمجھتا ہوں کہ زمین اور آسمان کے مشترکہ نقطہ آغاز کے بارے میں صرف اپنے ذہن سے کچھ نہیں کہہ سکتا ہے۔

پہاڑ

پروفیسر سیاویدا (Professor Siaveda) جاپان کے ایک عظیم اسکالر، سائنس دان اور بحری ماہر ارضیات (Marine Geologist) ہیں۔ پروفیسر سیاویدا کا ذہن تمام مذاہب سے متعلق شکوک و شبہات اور کجی کا شکار تھا وہ تمام مذاہب کے متعلق جو کچھ بھی کہتے تھے حق

بجانب تھے۔ سوائے اسلام کے۔ کیونکہ مذہب اسلام خود بھی ان دیگر مذاہب سے مختلف الرائے ہے۔

بعض مسلم حضرات نے جب پروفیسر سیاویرا سے ملاقات کی تو انہوں نے کہا کہ تم مذہبی لوگوں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنے منہ بند رکھنے چاہئیں۔ ان سے پوچھا گیا کہ کیوں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ جب تم (مسلمان) گفتگو کرتے ہو تو تمہارا واحد مقصد جنگیں ہوتی ہیں تاکہ دنیا بھر کے لوگوں میں پھوٹ ڈال سکو ان لوگوں نے پروفیسر صاحب سے پوچھا کہ یہ ناٹو کے اتحاد (Nato Alliance) اور معاہدہ وارسا (Warsaw Pact) کے تحت خلا میں، زمین کے اوپر اور زیرزمین نیوکلیائی ہتھیاروں اور ضخیم نیوکلیائی بارود خانوں کے انبار کیوں لگائے جارہے ہیں کیا ان کا سبب مذہب ہے؟ یا یہ انبار مسلمانوں نے لگائے ہیں یا یہ جنگی اتحاد مسلمانوں نے قائم کئے ہیں؟ تو وہ خاموش ہو رہے۔ پھر ان لوگوں نے ان سے کہا کہ ہم مذہب سے متعلق آپ کے رویے سے آگاہ ہیں۔ لیکن مذہب اسلام کا معاملہ اس سے ذرا مختلف ہے کیونکہ مذہب اسلام کے بارے میں آپ کی معلومات کم اور ناقص ہیں اس بارے میں آپ کو ہماری گفتگو اطمینان سے سننی پڑے گی۔ پھر ان لوگوں نے پروفیسر سے ان کے خاص موضوع سے متعلق گفتگو کی اور اس موضوع سے متعلق قرآنی آیات اور احادیثِ نبوی ﷺ کے متعلق بتایا۔ پروفیسر صاحب سے کئے گئے سوالات میں سے ایک سوال پہاڑوں کے متعلق بھی تھا۔ جو کہ زمین میں مضبوطی سے جڑ پکڑے ہوئے ہیں۔ اس سوال کے جواب میں انہوں نے کہا:

براعظمی پہاڑوں اور سمندری پہاڑوں کے درمیان بنیادی فرق ان کے طبع (مواد) کا ہے۔ براعظمی پہاڑ بنیادی طور پر اسوب (Sediments) سے بنے ہوئے ہیں جب کہ سمندری پہاڑ آتش فشانی چٹانوں (Volcanic Rocks) سے بنے ہوئے ہیں براعظمی پہاڑ انضباضی دباؤ (Compressional Forces) کے تحت تشکیل پاتے ہیں۔ جب کہ سمندری پہاڑ توسیعی دباؤ (Extensional Forces) کے تحت تشکیل پاتے ہیں، لیکن دونوں اقسام کے پہاڑوں میں مشترکہ نسب نما (Denominator) یہ ہے کہ دونوں کی جڑیں ہوتی ہیں جو کہ پہاڑوں کو سہارا دیئے رہتی ہیں۔ براعظمی پہاڑوں کے معاملے میں ہلکا نشیبی کثافتی مواد پہاڑوں سے نیچے کی جانب زمین میں جڑ کے طور پر پوری قوت سے وسعت پذیر ہوتا ہے۔ سمندری پہاڑوں کے معاملے میں بھی ہلکا مواد پہاڑوں کے نیچے زمین کی جڑ کے طور پر قوت پکڑتا ہے لیکن سمندری

پہاڑوں کے معاملے میں ایک خاص بات یہ ہے کہ مواد ہلکا نہیں ہوتا بلکہ آمیزش یا سافت ہلکا ہوتا ہے لیکن یہ گرم ہوتا ہے۔ اس لئے قدرے پھیلا ہوا ہوتا ہے لیکن کثافتوں کے نقطۂ نظر سے یہ وہی کام یعنی پہاڑوں کو سہارا دینے کا کام کرتا ہے۔ جڑوں کا پہاڑوں کو سہارا دینے کا کام ارشمیدس کے قانون (Law of Archimedes) کے مطابق ہوتا ہے۔

پروفیسر سیاویدا نے تمام پہاڑوں کی خواہ وہ سمندروں میں ہوں یا زمین کے اوپر ان کی شکل اور ساخت کی وضاحت کی کہ وہ میخ یا خانہ (Wedge) کی طرح کی ہوتی ہیں۔

کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ان پہاڑوں کی شکل اور ساخت کو کوئی جانتا تھا؟

کیا کوئی شخص یہ تصور کر سکتا ہے کہ یہ ضخیم ٹھوس پہاڑ جو ہم اپنے سامنے دیکھتے ہیں سائنس دانوں کی توثیق کے مطابق زمین میں گہری جڑوں کے ساتھ پھیلے ہوئے ہیں۔ جغرافیے کی کتابوں کی ایک بڑی تعداد جب پہاڑوں کے بارے میں بتاتی ہیں تو وہ صرف سطح زمین کے اوپر والے حصے کی وضاحت کرتی ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ارضیات کے ماہرین نے نہیں لکھی ہیں جبکہ جدید سائنس ہمیں اس بارے میں بتاتی ہے، اور اللہ جل شانہ قرآن مجید میں فرماتے ہیں:

وَالْجِبَالَ اَوْتَادًا (۲۴)

اور پہاڑوں کو میخیں (بنایا)

وَالْجِبَالَ اَرْسٰهَا (۲۵)

اور پہاڑوں کو قائم کر دیا۔

یہ پہاڑ اپنی جگہ سے جنبش نہیں کھاتے اور زمین کو بھی بعض خاص قسم کے اضطرابات سے محفوظ رکھنے والے ہیں۔ (۲۶)

آپ ان لوگوں کو کس طرح مذہب اسلام کے ثبوت پیش کریں گے جو عربی زبان سے واقف نہیں یا ان کو جو قرآن مجید کی بے مثل فصاحت کے بارے میں جاننا چاہتے ہیں؟

کیا آپ کے خیال میں صرف ایک یہی طریقہ ہے کہ عربی زبان سیکھی جائے اور عربی زبان کے علوم پر دسترس حاصل کی جائے۔

جواب یقیناً نفی میں ہوگا نہیں ہرگز نہیں۔

اللہ جل شانہ نے بلالحاظ قوم، علاقہ، زبان اور زمانے کے اپنی خاص رحمت سے تمام اقوام ونسل اور تمام بنی نوع انسان کو مناسب شہادتیں دکھائی ہیں۔

پروفیسر پالمر (Profesor Palmer) امریکہ کے ایک صفِ اوّل کے ماہر ارضیات (Geologist) ہیں۔

مسلمانوں کے ایک گروپ کی ان کے ساتھ ملاقات کے دوران جب ان کو قرآن وسنت میں موجود سائنسی معجزات کے بارے میں بتایا گیا تو وہ بہت متعجب ہوئے۔ جب ان کو قرآن مجید میں مذکور زمین کے سب سے زیریں حصہ کے بارے میں بتایا گیا کہ وہ یروشلم کے نزدیک ہے جہاں ایرانیوں (Persians) اور یونانیوں (Greeks) کی لڑائی ہوئی تھی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں:

الٓمٓ O غُلِبَتِ الرُّومُ O فِیٓ اَدۡنَی الۡاَرۡضِ وَهُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ غَلَبِهِمۡ سَیَغۡلِبُوۡنَ O (۲۷)

مغلوب ہوگئے ہیں رومی، ملتے ہوئے ملک میں اور وہ اس مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب ہوں گے۔

"ادنی" کی اصطلاح دونوں معنوں یعنی قریب یا گہرائی پست ترین میں استعمال ہوتی ہے۔ تمام مفسرین قرآن اس بات پر متفق ہیں کہ "ادنی الارض" سے مراد جزیرۂ عرب سے قریب ترین زمین ہے۔ تاہم دوسرے معنی کی بھی گنجائش موجود ہے۔ اس طرح سے قرآن مجید ایک لفظ کے کئی معنی بتاتا ہے۔ جیسا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فضلت علی الانبیاء بست اعطیت جوامع الکلم۔ (۲۸)

مجھے دوسرے انبیاء پر چھ چیزوں میں فضیلت دی گئی ہے جن میں سے ایک یہ ہے کہ مجھے جوامع الکلم عطا کئے گئے ہیں۔

اس کی تائید دوسری حدیث سے بھی ہوتی ہے۔

واوتیت جوامع الکلم اور مجھے جوامع الکلم دیئے گئے۔ (۲۹)

ہند بن ابی ہالہ کی روایت ہے کہ کان یتکلم بجوامع الکلم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کو بہت سی خصوصیات کا جامع بنایا گیا ہے۔

جوامع جامع کی جمع ہے اس کے اندر چیزوں کو اکٹھا کرنے اور سمیٹنے کا مفہوم پایا جاتا ہے کلم کلمہ کی جمع ہے۔

اس کے معنی بات میں یعنی ایسے اقوال جو کثیر المعانی اور قلیل الالفاظ ہوں۔(۳۰)

جب زمین کے سب سے نچلے حصہ کی تلاش و تحقیق ہوئی تو عین اسی مقام نے اس بات کی شہادت دی جہاں لڑائی میں رومیوں کو شکست ہوئی تھی، جب پروفیسر پالمر سے اس بارے میں پوچھا گیا۔ تو انہوں نے بالتکرار یہ کہا دنیا میں اور بھی ایسے مقامات ہیں جو قرآن مجید میں مذکور مقام سے بہت نشیب میں ہیں۔ انہوں نے یورپ اور امریکہ میں آیسے مقامات کی نشاندہی بھی کی اور ان کے نام بھی بتائے۔ ان کو اصراراً بتایا گیا کہ قرآنی معلومات بالکل درست ہیں۔ ان کے پاس جغرافیائی کرہ (Topographical Globe) موجود تھا جو ارتفاع (Elevation) اور انخفاض (Depression) بتاتا تھا۔ انہوں نے کہا کہ اس ارض نما کرے کے ذریعے زمین کے پست ترین مقام کی نشاندہی کو یقینی بنایا جاسکتا ہے۔ انہوں نے اپنے ہاتھوں سے ارض نما کرے کو گھمایا یروشلم کے نزدیک کے علاقے پر مخصوص نشان پر مرتکز کردیا ان کو تعجب ہوا کہ اس علاقے کی جانب ایک علامت ان الفاظ کے ساتھ لگی ہوئی تھی۔

The Lowest Part on The Face of The Earth.

سطح زمین پر سب سے پست ترین مقام

پروفیسر پالمر نے تسلیم کرلیا کہ ان (مسلمانوں) کی اطلاعات بالکل درست تھیں۔ انہوں نے گفتگو جاری رکھی اور کہا کہ جیسا کہ آپ اس ارض نما کرہ کی جانب دیکھ رہے ہیں یہی کرہ ارض پر سب سے پست ترین زمینی مقام ہے۔ یہ بحر مردار (Dead See) کے علاقے میں ظہور پذیر ہوا ہے اور دل چسپی کی بات یہ ہے کہ ارض نما کرے پر نشان لگا ہوا ہے۔ (Lowest) Point

پروفیسر پالمر کی حیرانگی اس وقت مزید بڑھی جب انہوں نے دیکھا کہ قرآن مجید ماضی کے متعلق بھی گفتگو کرتا ہے اور وضاحت کرتا ہے کہ تخلیق کی ابتدا کیسے ہوئی، زمین و آسمان کی تخلیق کیسے ہوئی۔ زمین کی گہرائیوں سے پانی کے سوتے کیسے پھوٹے، اور کس طرح پہاڑ زمین پر مستحکم ہوئے، روئیدگی کے عمل کی ابتدا کیسے ہوئی۔ زمین کیسی تھی، پہاڑوں کی تفصیلات اس کے مظاہر کی تفصیلات، سطح زمین پر جزیرۂ عرب کی شہادتوں کی تفصیلات۔ پھر قرآن مجید مستقبل میں عرب کی زمین اور دنیا کے مستقبل کی بھی وضاحت کرتا ہے۔ اس موقع پر پروفیسر پالمر نے تسلیم کرلیا کہ

قرآن مجید ایسی کتاب ہے کہ جو ماضی، حال اور مستقبل کی تفصیلات بتاتی ہے۔ دوسرے سائنس دانوں کی طرح پروفیسر پالم پہلے تو ہچکچائے۔ لیکن بعد میں انہوں نے اپنے خیالات کا کھل کر اظہار کیا۔ انہوں نے قاہرہ میں ایک کانفرنس میں اپنا تحقیقی مقالہ پیش کیا جو کہ قرآن مجید کے ارضیاتی علوم پر مشتمل ایک بے مثال مقالہ تھا۔ انہوں نے کہا کہ مجھے یہ معلوم نہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں سائنس کے شعبے کے رسم معمولہ کیا تھے۔ لیکن اس وقت علم اور وسائل کی کمی کے متعلق ضرور معلومات ہیں۔ میں بغیر کسی شک و شبہ کے کہہ سکتا ہوں کہ قرآن مجید آسمانی علم کی روشنی ہے جو کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے۔ ان کے مقالے کے آخری ریمارکس یہ تھے:

> ہمیں مشرق وسطیٰ کی ابتدائی تاریخ اور زبانی روایات کی تحقیق کی ضرورت ہے تاکہ ہم یہ جان سکیں کہ یہ تاریخی واقعات دریافت ہو چکے تھے، اگر کوئی ایسا ریکارڈ نہیں ہے تو یہ بات اس عقیدہ کو مضبوط بناتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے ان علم پاروں کو منتقل کیا جو کہ آج موجودہ وقت میں دریافت ہوئے ہیں۔ ہم توقع کرتے ہیں کہ قرآن مجید میں ارضیاتی تحقیق کے حوالے سے سائنسی موضوع پر گفتگو (تحقیق) جاری رہے گی۔ بہت بہت شکریہ!(۳۱)

پروفیسر الفرڈ کرونر (Alfred Kroner) نے قرآن مجید میں سے ایک مثال منتخب کی جو ان کے امتحان میں پوری اتری اور انہوں نے یہ کہا قرآن مجید محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریر کردہ کتاب نہیں بلکہ اللہ جل شانہ کا کلام ہے۔ پروفیسر کرونر نے جو مثال منتخب کی وہ قرآن مجید میں مذکورہ اس کائنات کی ابتداء کے حقائق ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

> اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ؕ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ؕ اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ (۳۲)

> اور کیا نہیں دیکھا ان منکروں نے کہ آسمان اور زمین کے منہ بند تھے پھر ہم نے ان کو کھول دیا اور بنائی ہم نے پانی سے ہر ایک چیز، جس میں جان ہے پھر کیا یقین نہیں کرتے۔

ابن عباس، مجاہد اور دوسرے مفسرین کے مطابق آسمان اور زمین ایک دوسرے سے ملے ہوئے اور یک جان تھے۔ بعد میں وہ ایک دوسرے سے علیحدہ ہوگئے۔

ابتدأ زمین و آسمان دونوں ایک دوسرے سے غیر متمیز پڑے تھے۔ پھر وجود کے ابتدائی مراحل میں بھی دونوں خلط ملط رہے۔ بعدہ قدرت کے ہاتھ نے دونوں کو ایک دوسرے سے جدا کیا۔ پروفیسر کرونر نے اس مثال سے ثابت کیا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کوئی شخص بھی اس بارے میں قطعاً واقفیت نہیں رکھتا تھا۔

پروفیسر کرونر سے عرب کی ارضیاتی کیفیت کے بارے میں دریافت کیا گیا کہ کیا عرب دریاؤں اور نخلستان و ثمرستان سے بھرا ہوا تھا؟ برفانی دور (Snow Age) کے دوران قطب شمالی (North Polar) کے گلیشیر کے برفانی تودے آہستگی کے ساتھ جنوب کی جانب حرکت کر رہے ہیں۔ جب یہ قطبی برفانی تودے جزیرہ عرب کے قرب و جوار میں پہنچیں گے تو عرب کا موسم تبدیل ہو جائے گا اور پھر یہ دنیا کا سرسبز و شاداب ترین اور پر آب علاقہ ہوگا۔ انہوں نے کہا: ہاں یہ تو سائنسی حقیقت ہے۔

جب ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: کہ نیا عہد یخ (Snow Age) شروع ہو چکا ہے اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ ایک دفعہ پھر برف قطب شمالی سے جنوب کی جانب کھسک رہی ہے، درحقیقت قطبی برف اب جزیرۂ عرب کے قریب تر ہو رہی ہے۔ ہم ہر موسم سرما میں امریکہ اور یورپ کے شمالی علاقوں میں برفانی طوفان کے ٹکراؤ کی شکل میں اس کی علامات دیکھ سکتے ہیں۔ سائنس دان ایک اور برفانی دور کی ابتداء کی علامات و اطلاعات دیکھ رہے ہیں۔

ان کو بتایا گیا کہ آپ نے جو کچھ ذکر کیا اور دیگر سائنس دان بھی اس بارے میں جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ انہوں نے جدید و طاقت ور آلات کی مدد سے حال ہی میں دریافت کیا۔

لیکن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں چودہ سال پہلے ہی بتا دیا تھا۔

کائنات کی وسعت

جس زمین، چاند اور سورج کو ہم کل کائنات سمجھتے تھے، وہ سارا نظام شمسی کل کائنات کے ایک بڑے محیط میں صرف ایک ذرے کے برابر نکلا۔

انسان نے جب تحقیق کی اور زمین سے آسمان تک کی وسعتوں کا مشاہدہ کیا تو خدا کی عظمت کے بے شمار نشان نظر آئے۔ ہماری زمین جس نظام شمسی میں شامل ہے اس کی وسعت کا یہ حال ہے کہ ہماری زمین کا قطر تو کل بارہ ہزار سات سو چون کلو میٹر ہے۔ جب کہ جو پیٹر Jupiter کا قطر ایک لاکھ بیالیس ہزار سات سو چون کلو میٹر ہے، اور نظام شمسی کے مرکز یعنی سورج کا قطر چودہ لاکھ کلو میٹر ہے، یعنی زمین سے ایک سو نو گناہ بڑا، قطر کی یہ وسعت تو کچھ نہیں جب کہ اس کے بالمقابل اگر ایک لاکھ کو پچانوے کھرب سے ضرب دی جائے تو اس کے حاصلِ ضرب کے برابر کلو میٹر کا قطر ہماری کہکشاں کا ہے۔ جس کا عرض بیس ہزار X پچانوے کھرب کلو میٹر ہے۔ اس کو ملکی وے (Milkyway) یعنی دودھیا کہکشاں کے نام سے جانا جاتا ہے، اسی کہکشاں میں ہمارا نظام شمسی شامل ہے۔ اس کہکشاں میں ایک لاکھ ملین یعنی سو ارب ستارے ہیں ہمارا پورا نظام شمسی اس کہکشاں کے ایک چھوٹے سے کونے میں پڑا ہے۔ اب تک انسانی مشاہدہ ایسی ایک سو ارب کہکشاؤں کا سراغ لگا چکا ہے۔

یہ تو تھا جسامت کا اندازہ، اب فاصلوں کا اندازہ کیجئے، زمین سورج سے صرف پندرہ کروڑ کلو میٹر دور ہے، جب کہ نیپچون (Neptune) سورج سے چار ارب انچاس کروڑ پچاس لاکھ کلو میٹر دور ہے۔ پلوٹو (Pluto) کا سورج سے فاصلہ پانچ ارب اکیانوے کروڑ کلو میٹر ہے یہ فاصلے اس وقت بہت معمولی رہ جاتے ہیں، جب ملکی وے کا فاصلہ بانوے ہزار X ایک ہزار X ایک ارب کلو میٹر کا اندازہ لگایا گیا ہے۔ کہکشاؤں کے جو فاصلے متعین ہو رہے ہیں، وہ ہندسوں یا لفظوں میں پورے نہیں لکھے جا سکتے، شاید اس بات سے کچھ اندازہ لگایا جا سکے کہ اضافت کے حساب سے کائنات کچھ اتنی جگہ میں سمائی ہوئی ہے کہ مکعب سینٹی میٹر میں ایک کا ہندسہ لکھیں، اور پھر اس کے آگے چوراسی صفر لگائیں یا اسی پیائش کو مکعب کلو میٹر میں لیا جائے تو ایک کے آگے انہتر صفر لگائے جائیں، تب حساب پورا ہوگا اس کے باوجود کائنات لامحدود ہے اس کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا؟

جسامت اور فاصلوں کے اعداد و شمار سے آپ خدائے ذوالجلال کا خیال کیجئے کہ وہ کس قدر عظیم ہے اور پھر سوچئے کہ کیا ہم خدا کو واقعتاً اتنا ہی عظیم سمجھتے ہیں۔

اب ذرا اور آگے بڑھئیے اور وقت کا اندازہ لگائیے جدید زمانے کے ریڈیائی ہئیت دانوں نے ایک کہکشانی نظام کا مشاہدہ کیا ہے اس کے متعلق اندازہ ہے کہ اس کی جو شعاعیں اس سے چار ارب نوری سال سے بھی پہلے روانہ ہوئی تھیں وہ آج ہم تک پہنچی ہیں۔

ستاروں کا فاصلہ ناپنے کے لئے ہمارے اعداد و شمار ناکافی ہیں۔ اس لئے نوری سال کی اصطلاح وضع کی گئی ہے۔ نور یعنی روشنی ایک سیکنڈ میں تین لاکھ کلو میٹر سفر طے کرتی ہے۔ اس طرح ایک سال میں اس کا سفر تقریباً پچانوے کھرب کلو میٹر ہوا۔ یہ فاصلہ نوری سال کا ہے۔ اب چار ارب کو پچانوے کھرب سے ضرب دیجئے جو کہکشاں کا ایک سرے سے دوسرے سرے تک کا فاصلہ یا وقت معلوم ہوگا کہ ایک روشنی جو ایک کہکشاں سے چلی ہے۔ وہ ہمارے کرے تک کتنے وقت میں پہنچی۔

ہم ان اعداد و شمار سے صرف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ساری کائنات جو اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ ہے وقت، حجم اور فاصلے کے اعتبار سے کس قدر لامحدود ہے۔ لیکن خدائے تعالیٰ کی ازلی و ابدی عظمت و کبریائی کا اندازہ لگانے کے لئے وقت کے یہ سارے پیمانے، حجم کے یہ کل اندازے، اور فاصلوں کی یہ تمام پیمائشیں بالکل ناکافی ہیں۔ اللہ تعالیٰ زمان و مکان کی جملہ وسعتوں سے بھی بہت بلند و برتر ہے۔ اس کی نہ کوئی ابتدا ہے نہ انتہا اور جو نظم، حکمت، صناعی اور باہمی مناسبت ان اربوں کہکشاؤں اور ان کے گرد گردش کرنے والے ستاروں اور سیاروں میں پائی جاتی ہے اور ہم زمین پر بیٹھے ہوئے اتنی دور دراز دنیاؤں کے مشاہدے کرتے ان کے فاصلے ناپتے اور ان کی رفتار کے حساب لگاتے ہیں تو اس سے ہم کو خدا کی عظمت اور اس کی قدرت و حکمت کا اندازہ ہونا چاہئے اور یہ مشاہدہ کرنا چاہئے کہ اتنی بڑی لامحدود کائنات کی ایک ایک چیز باہمی جذب و کشش کے قانون میں کس قدر جکڑی ہوئی ہے کہ بڑے سے بڑا کرہ اپنے مدار سے ایک انچ اِدھر اُدھر نہیں ہوتا اور ہر چھوٹے سے چھوٹا ذرہ قاعدے اور قانون کے تحت مکمل نظم و ضبط اور منصوبہ بندی کے تحت مصروف کار ہے۔

ہم جوں جوں اپنے مشاہدات میں آگے بڑھتے جائیں گے ہمارا ایمان پختہ سے پختہ تر ہوتا جائے گا۔(۳۳)

قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے:

وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْىدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ۝ (۳۴)

اور ہم نے آسمان کو اپنی قوت سے بنایا اور ہم اس کی وسعت کو بڑھاتے ہیں۔

قرآن مجید اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم عرصہ کون و مکان پر محیط ہیں اور ان دونوں بنیادی مآخذ کو ہر دور میں بلیغ تر مفہوم کے ساتھ سمجھا جاسکتا ہے۔ حتیٰ کہ اس خلائی دور میں بھی محققین، فلسفیوں اور سائنس دانوں کے مشاہدات اور تجربات کا جائزہ لیا جائے تو اس کا مآخذ قرآن مجید اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہی نظر آتی ہیں۔

اب ہمارے سامنے ایک سوال یہ نظر آتا ہے کہ کیا کائنات کی تخلیق ہمارے لئے کی گئی ہے؟ یہ اصول بشریت (Anthropic Principal) کا سوال ہے (Anthropos) یونانی لفظ ہے جس کے معنی ہیں آدمی، اس سوال کا تعلق طبیعیات کے قوانین سے ہے۔ وہ قوانین جو زندگی کی تخلیق کرتے ہیں۔ ہمیں طبیعیات کے بیشتر قوانین معلوم ہیں۔ اگرچہ بہت سے قوانین ہم نہیں جانتے ان قوانین کی تہہ میں جو حیرت انگیز بات ہے وہ صرف چند اعداد ہیں جنہیں (Constants of Physics) کہتے ہیں جو اس کائنات کے نظام کی وضاحت کرتے ہیں۔ ان اعداد میں ایک کششِ ثقل کی قوت ہے جو یہ طے کرتی ہے کہ اس روئے زمین پر کششِ ثقل کتنی طاقت ور ہے۔ یہ اس بات کا تعین بھی کرتی ہے۔ کہ یہ قوت سورج اور دوسری کہکشاؤں میں کتنی ہے؟ کچھ ایسے بھی طبیعیاتی قوانین ہیں جو نہایت باریکی سے منظّم ہو کر زندگی کی تخلیق میں. مدد دیتے ہیں، کچھ لوگ اس کی توضیح اس طرح کرتے ہیں کہ ان طبیعیاتی قوانین کے اتفاقات سے پتہ چلتا ہے کہ کسی مافوق الفہم ذہانت نے ہماری زندگی کے لئے اس کائنات کی تخلیق کی ہے۔ اصول بشریت ایک ایسا کھلا ہوا سوال ہے کہ جو سائنس دانوں کو کائنات کی اصل وجہ سمجھنے پر آمادہ کرتا ہے۔ لیکن قرآن مجید کی آیات اور احادیث نبوی ﷺ میں موجود سائنسی حقائق سے واضح ہے کہ کائنات کا خالق کون ہے جس نے آج کے عقدے سینکڑوں سال پہلے وا کر دیئے تھے۔

ہم ایک ایسی کہکشاں میں رہتے ہیں جو ستاروں کے جھرمٹ سے بنی ہے یہ جھرمٹ چار سو ستاروں پر مشتمل ہے۔ جن میں سے ایک ہمارا سورج بھی ہے۔ ستاروں کے اس جم غفیر میں. سورج بھی دیگر ستاروں کی طرح ایک معمولی سا ستارہ ہے۔ کچھ ستارے اس سے بھی بڑے ہیں بلکہ غیر معمولی طور پر بہت بڑے ہیں۔

یہ تمام ستارے جس مرکز کے گرد گھوم رہے ہیں اسے (Gallatic Center) یعنی مرکزِ کہکشاں کہتے ہیں ستاروں کے جھرمٹ کا اپنے محور کے گرد دائرہ ایک لاکھ نوری سال کے برابر ہے۔(۳۵) ہمیں آسمان پر جو ستارے نظر آتے ہیں وہ صرف اس عظیم الشان جھرمٹ کا کنارہ ہیں، پوری کائنات ستاروں کے ایسے کئی جھرمٹوں یعنی کہکشاؤں سے مل کر بنی ہے۔ ان میں قریب ترین کہکشاں کا نام (Andromed Galaxy) ہے، لیکن یہ بھی ہم سے دو نوری سال یعنی بیس کھرب کلو میٹر دور ہے۔ خیال ہے کہ کائنات میں سو بلین کہکشائیں موجود ہیں۔ جن میں سے ہر ایک سو بلین ستاروں پر مشتمل ہے۔ کائنات میں ستاروں کی اتنی بڑی تعداد کی موجودگی سے سائنس

دانوں نے یہ اندازہ لگایا ہے کہ ان میں سے بہت سے سیارے ایسے ہوں گے جہاں زندگی کے آثار ہیں۔ واللہ اعلم

کہکشاؤں کی یہ دنیا بھی ایک مرکز کے گرد گھوم رہی ہے۔ لیکن یہ کوئی ستارہ یا سیارہ نہیں ہے بلکہ خیال ہے کہ یہ ایک سیاہ خلا (Black Hole) ہے جو اتنا بڑا ہے کہ اسے ایک ملین سورج بھی پر نہیں کر سکتے۔ ستاروں کی گرد کی وجہ سے ہم اس سیاہ خلا کو براہ راست نہیں دیکھ سکتے۔ البتہ ریڈیو ٹیلی اسکوپس (Radio Talescopes) اس غبار کے پار دیکھ سکتی ہیں۔ چونکہ یہ تمام کہکشائیں گرم گیسوں سے بھری ہوئی ہیں جو ریڈیائی شور پیدا کرتی ہیں، یہ شور اس گرد میں داخل ہو کر راستہ بناتا ہے اور ہم ریڈیو ٹیلی اسکوپس کے انٹینا کا رخ مرکز کہکشاں کی طرف موڑ کر غبار کے اس پار دیکھ سکتے ہیں، مگر ہمیں ستاروں کے غبار کے اس پار کیا نظر آتا ہے۔ صرف بڑی بڑی لکیریں، یہ لکیریں نوری سال ہیں جو مقناطیسی میدانوں کی وجہ سے بنی ہیں۔

یہ میدان ایسی گرم گیس بناتے ہیں جنہیں ہم ایک برقی بار گرفتہ گیس (Plasama) کہتے ہیں، سائنس کے عجوبوں میں سے سب سے بڑا عجوبہ یہ ہے کہ ہم ان کہکشاؤں میں موجود مادے کی ناپ تول اور اوزان و پیمائش کر سکتے ہیں جنہیں ہم نے دیکھا تک نہیں۔

مگر ہم یہ ناپ تول کیسے کر لیتے ہیں؟

آپ نے بچوں کو دیکھا ہوگا کہ رسی کے ایک سرے پر گیند باندھ کر اسے تیزی سے گھماتے ہیں، لیکن گیند زمین پر نہیں گرتی، گیند جیسے ہی ہوا میں جاتی ہے زمین کی قوت اسے اپنی جانب کھینچ لیتی ہے لیکن ہاتھ کی قوت اسے زمین پر گرنے سے روکتی ہے۔ گیند جتنی تیزی سے گھومے گی زمین پر گرنے سے روکنے کے لئے ہاتھ کو اتنا ہی قوت صرف کرنا ہوگی لیکن اگر گیند آہستہ آہستہ گھومے گی تو اسے زمین پر گرنے سے روکنے کے لئے ہاتھ کی قوت بھی کم صرف ہوگی۔ بالکل اسی طرح کسی محور کے گرد گردش کرنے والے کسی ستارے یا سیارے کو دیکھ کر ماہرین علم فلکیات اس سیارے کا وزن اور اس کی کشش ثقل کی قوت بتا سکتے ہیں۔ اسی اصول کے تحت ماہرین علم فلکیات کہکشاؤں کو دیکھ کر اندازہ لگاتے ہیں کہ وہ کتنی دور ہیں۔ اور ستارے اپنی اپنی کہکشاؤں کے محور کے گرد کتنی تیزی سے اپنا چکر مکمل کرتے ہیں۔ ستارے بھی اپنے محور کے گرد اسی طرح چکر لگاتے ہیں جیسے سیارے سورج کے گرد چکر لگاتے ہیں۔ ان ہی تمام ذرائع سے سائنس دانوں نے معلوم کیا کہ کہکشاؤں میں کتنا مادہ موجود ہے۔ اسی طریقے سے وہ یہ بھی جان لیتے ہیں کہ ایک مخصوص کہکشاں میں

جیسے ہماری کہکشاں ہے مادے کی مقدار کم و بیش سو ملین سورج کے برابر ہے۔ لیکن عجوبہ پھر بھی ہے۔ جب ماہرین فلکیات نے خلا میں موجود تمام مادہ کی کل مقدار معلوم کرنے کے لئے خلا اور زمین پر موجود اپنی تمام خلائی دور بینوں کو نظر آنے والی روشنی انفرارڈ، الٹرا وائلٹ شعاعوں اور جو کچھ بھی ممکن ہو سکا اس کے ذریعے استعمال کیا تو معلوم ہوا کہ ان تمام ذرائع کے استعمال اور محنت کے باوجود وہ کائنات کے صرف ۱۰/۱ حصے کی ناپ تول کر سکے ہیں، نوے فیصد کائنات اب بھی ہماری نظروں سے پوشیدہ ہے۔ اس پوشیدہ مادے کو تاریک مادہ کہتے ہیں۔ کیونکہ ہمیں معلوم نہیں کہ وہ کیا ہے وہ چھوٹے چھوٹے ستاروں کی شکل کے اجرام فلکی بھی ہو سکتے ہیں، جو جلتے بجھتے رہتے ہیں یا ابتدائی ذرات بھی ہو سکتے ہیں۔(۳۶)

قرآن مجید اور فلکیات

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا واضح ارشاد ہے کہ قرآن مجید تمام دنیا کے لئے یاد دہانی کرانے والا بنا کر نازل کیا گیا ہے۔

چنانچہ ارشاد خداوندی ہے،

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ O وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ O (۳۷)

یہ تو ایک فہمائش ہے سارے جہان والوں کو اور معلوم کر لو گے اس کا احوال تھوڑی دیر کے پیچھے۔

تو معلوم یہ ہوا کہ قرآن مجید تمام عالم کے لئے قیامت تک متنبہ کرنے والا ہے اور اس کی معلومات اس بات پر مشتمل ہیں کہ انسان ایک مناسب وقت میں دریافت یا انکشافات کرتا ہے، کیونکہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کے ادراک و علم سے نازل ہوا اور اس کی ہر ہر آیت اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔ خود اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے!

لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ ج
وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا O

لیکن اللہ شاہد ہے اس پر جو تجھ پر نازل کیا کہ یہ نازل کیا ہے اپنے علم کے ساتھ اور فرشتے بھی گواہ ہیں، اور اللہ کافی ہے حق ظاہر کرنے والا۔

لیکن بنی نوع انسان مسلسل نمو پذیر ہے۔ سائنسی علوم کی اعلیٰ سطح کے حصول سے بنی نوع

انسان مذکورہ آیت پر مشتمل علوم ساوی کے ادراک کا متحمل ہو جاتا ہے۔ یہ جاننے کے بعد کہ یہ آیت اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ہے۔ انسانی نمو اور ارتقا کا ہر جاری عمل انسان کو دوسری آیات کو سمجھنے اور دیگر راز کو منکشف کرنے کے قابل بنائے گا۔

اس طریقے سے بنی نوع انسان دیگر آیات کو سمجھنا شروع کردے گا۔ یہی قرآن مجید کی حیرت خیز خصوصیات ہیں۔

پروفیسر آرم اسٹرانگ (Profassor Armstrong) ناسا (Nasa) (National Aeroxautics Space Admisistration) میں مصروفِ عمل ہیں اور ایک نہایت معروف سائنس دان ہیں۔ جب ان سے لوہے اور اس کی تشکیل کے متعلق پوچھا گیا۔ انہوں نے وضاحت سے بتایا کہ زمین میں تمام عناصر کس طرح تشکیل پاتے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ تشکیل کے مرحلے کے متعلقہ حقائق سائنس دانوں نے حال ہی میں دریافت کئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ سورج سے متعلق (Solar System) ابتدائی مرحلے کی توانائی لوہے کی عنصری تخلیق کے لئے کافی نہیں تھی۔

> ریاضی کے لحاظ سے توانائی کو تشکیل کے لئے لوہے کے ایک ذرے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس بات کا پتہ چلایا گیا ہے کہ اس کے لئے سورج کی تمام توانائی سے سے چار گنا طاقت کی ضرورت ہوتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں زمین، یا چاند یا مریخ سیارے کسی اور سیارے کی تمام کی تمام توانائی لوہے کے ایک ذرے کی تشکیل کے لئے کافی نہیں۔ یہاں تک کہ سورج سے متعلق تمام توانائی (Solar System) بھی اس کے لئے کافی نہیں۔ سائنس دانوں کو یقین ہے کہ لوہا ایک (Extraterrestrial) غیر ارضی یا خارجی الارضی چیز ہے جو زمین پر بھیجا گیا ہے نہ کہ زمین میں شکل پذیر ہوا ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے:

وَانزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَأْسٌ شَدِيْدٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۔ (۴۰)

اور ہم نے لوہا اتارا اس میں سخت لڑائی ہے اور لوگوں کے کام چلتے ہیں۔

آسمان میں خلا یا شگاف (Rifts) کے متعلق پروفیسر آرم اسٹرانگ نے بتایا کہ اس میں کوئی سوراخ، شگاف، یا دراڑ نہیں ہے۔ ان کے بارے میں انہوں نے بتایا کہ فلکیات کی ایک شاخ جسے

مکمل عالم ظاہر (Integrated Cosmos) کہتے ہیں حال ہی میں سائنس دانوں کے علم میں آئی ہے۔ مثال کے طور پر ایک جسم کو خلا سے باہر ایک خاص فاصلے سے کسی بھی سمت لے جائیں پھر اُسی فاصلے سے دوسری سمت لے جائیں آپ اس کی کمیت کو ہر سمت میں ایک جیسی پائیں گے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس جسم کا اپنا توازن و تعاول (Equilibrium) ہے اور تمام سمتوں سے دباؤ بھی ایک جیسا ہے۔ اس توازن و تعادل کے بغیر تمام کائنات ختم ہو سکتی ہے۔

چنانچہ ارشاد ربانی ملاحظہ فرمائے:

اَفَلَمْ يَنْظُرُوٓا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَزَيَّنّٰهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ O (۴۱)

کیا نہیں دیکھتے آسمان کو اپنے اوپر کیسا ہم نے اس کو بنایا اور رونق دی اور اس میں نہیں کوئی سوراخ۔

پروفیسر آرم اسٹرانگ نے کائنات کے آخری کنارے تک پہنچنے کی سائنس دانوں کی جدوجہد کے بارے میں بتایا ہم اس جانب جہد مسلسل کر رہے ہیں۔ پروفیسر آرم اسٹرانگ کے الفاظ میں:

ہم مزید طاقت ور آلات تیار کر رہے ہیں تاکہ کائنات کا مزید مشاہدہ کر سکیں اور نئے ستاروں کو دریافت کر سکیں کیوں کہ ہم ابھی تک اپنی کہکشاں (Galaxy) میں ہیں اور کائنات کے کنارے تک نہیں پہنچے ہیں۔

وہ اس قرآنی آیت سے مطلع ہیں جس میں ارشاد ربانی ہے:

وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيْرِ O (۴۲)

اور ہم نے رونق دی آسمانِ دنیا کو چراغوں سے اور ان سے کر رکھی ہے ہم نے پھینک مار شیطانوں کے واسطے اور رکھا ہے ان کے واسطے عذاب دہکتی آگ کا۔

حقیقتاً یہ ستارے نچلے آسمان کی زیبائش و سجاوٹ ہیں۔

پروفیسر آرم اسٹرانگ نے کہا کہ سائنس دان کائنات کی انتہا تک پہنچ ہی نہیں پائے ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ ہم خلا سے باہر مزید دوربینیں لگانے کا انتظام کر رہے ہیں تاکہ گرد و غبار

اور دوسری فضائی رکاوٹوں کی خلل اندازی کے بغیر کائنات کا مشاہدہ کر سکیں۔ ہم کشفی دور بینوں کے ذریعے زیادہ فاصلے تک نہیں دیکھ سکتے تو ہم ان کو ریڈیائی دوربینوں سے تبدیل کر رہے ہیں تاکہ زیادہ فاصلے تک دیکھ سکیں، مگر ہم ابھی تک اپنی حدود کے اندر ہی ہیں۔ دیکھئے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کیا ارشاد فرماتا ہے:

الَّذِی خلَقَ سَبۡعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا مَّا تَرٰی فِی خَلۡقِ الرَّحۡمٰنِ مِنۡ تَفٰوُتٍ فَارۡجِعِ الۡبَصَرَ هَلۡ تَرٰی مِنۡ فُطُوۡرٍ O ثُمَّ ارۡجِعِ الۡبَصَرَ كَرَّتَيۡنِ يَنۡقَلِبۡ اِلَيۡكَ الۡبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيۡرٌ O (۴۳)

جس نے بنائے سات آسمان تہہ پر تہہ، کیا دیکھتا ہے تو رحمٰن کے بنانے میں کچھ فرق پھر دوبارہ نگاہ کر کہیں نظر آتی ہے تجھ کو دراڑ پھر لوٹا کر نگاہ کر دو دو بار لوٹ آئے گی تیرے پاس تیری نگاہ رد ہو کر تھک کر۔

جب ڈاکٹر آرم اسٹرانگ سے پوچھا کہ آپ نے جدید اور طاقت ور آلات راکٹ، اور خلائی جہازوں کے ذریعے جدید فلکیات کا مشاہدہ کیا ہے۔ اور یہ وہ آلات ہیں جنہیں انسان نے ایجاد کیا۔ حالانکہ یہ وہ حقائق ہیں جن کو قرآن مجید نے چودہ سو سال پہلے ذکر کیا ہے آپ کی اس کے بارے میں کیا رائے ہے؟

انہوں نے جواب دیا کہ میں اس بات سے بہت زیادہ متاثر ہوا ہوں کہ کس طرح غیر معمولی انداز سے ایک قدیم تحریر میں جدید فلکیات کا تذکرہ موجود ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر یوشی ہیڈی کوزائے (Profersor Dr. Yoshihide Kozai) کو بعض ایسی آیات قرآنی بتائی گئیں جو آسمانوں کی تخلیق کی ابتدا اور زمین و آسمان کے معاملات کی توضیح کرتی ہیں۔

انہوں نے ان آیات کا مطالعہ اور ان پر غور و خوض کرنے کے بعد قرآن مجید کے نزول کے متعلق تفصیلات معلوم کیں کہ یہ کہاں کب اور کس پر نازل ہوا۔ ان کو بتایا گیا کہ قرآن مجید چودہ سو سال قبل نبی آخرالزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اور ان کو قرآن مجید اور اس کا ترجمہ دکھایا گیا اور پھر ان سے ان آیات پر مشتمل قرآنی حقائق کے بارے میں معلوم کیا گیا۔ انہوں نے انتہائی تحیر و تعجب کا اظہار کیا اور کہا:

This Quran describes the universe as seen from the

highest point, every thing seen is distinct and clear. He who said this sees everything in eyistence. Seen from such point, there is nothing which can be unseen.(44)

یہ قرآن انتہائی بلند مقام سے کائنات کی وضاحت کرتا ہے۔ ہر چیز واضح اور صاف ہے اس نے جو کچھ کہا وہ حقیقت میں موجود ہے۔ اس نے ایسے مقام سے دیکھا ہے جہاں سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔

جب ان سے پوچھا گیا کہ کیا کوئی وقت ایسا بھی تھا کہ آسمان دھویں کی شکل میں تھا؟ انہوں نے بتایا کہ تمام علامات و نشانیاں اسی بات کو ثابت کرنے کی طرف مرتکز ہوتی ہیں کہ ایک ایسا وقت بھی تھا کہ جب تمام آسمان ایک دھویں کا بادل تھے۔ یہ ایک مصدقہ مشاہدہ پذیر حقیقت تھی۔ سائنس دان اب اس بات کا مشاہدہ کر رہے ہیں کہ اس دھویں سے نئے ستارے تشکیل پا رہے ہیں جو کہ ہماری کائنات کا نقطۂ آغاز ہے۔(۴۵)

ایک تصویر حال ہی میں. خلائی جہاز کی مدد سے لی گئی ہے جس میں نظر آرہا ہے کہ دھویں سے ستارے تشکیل پا رہے ہیں۔ دھویں کے باہر والے سرخی مائل حصے کو دیکھیں وہ حرارت اور خوشوں کی شکل میں جنم لے رہے ہیں۔ اس بادل کے درمیانے حصے کو دیکھیں کہ دھواں کس قدر کثیف ہے اور پھر وہ ضیابار ہو جاتا ہے یہ جگ مگ کرتے ستارے جو آج ہم دیکھتے ہیں۔ دھویں کی شکل میں یہی کائنات تھی۔ اس قرآنی آیت پر دوبارہ غور کیجئے:

ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا قَالَتَآ اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ O (۴۶)

پھر چڑھا آسمان کو اور وہ دھواں ہو رہا تھا پھر کہا اس کو اور زمین کو آؤ تم دونوں خوشی سے یا زور سے وہ بولے ہم آئے خوشی سے۔

بعض سائنس دان کہتے ہیں کہ یہ دخان (Smoke) دھندیا کہر (Mist) ہے لیکن پروفیسر کوزائے کہتے ہیں کہ یہ اصطلاح دھندیا کہر (Mist) اس دھویں کے کوائف سے مشابہت نہیں رکھتی۔ کیونکہ دھندیا کہر کی خصوصیت ٹھنڈی ہوتی ہے جب کہ یہ فلکیاتی دھواں (Cosmic Smoke) گرم ہوتا ہے در حقیقت "دخان" مائع گیسوں (Diffused Gases) سے بنا ہے۔ جس کے ساتھ ٹھوس مواد (Solid Substances) شامل ہے اور یہ دھویں کے بالکل

صحیح کوائف ہیں جس میں سے کائنات ارتقا سے وجود میں آئی ہے۔

پروفیسر کوزائے کہتے ہیں کہ چونکہ دھواں گرم تھا۔ اس لئے ہم اس کو دھندیا کہر سے تعبیر نہیں کر سکتے اور ''دخان'' اس کے لئے بہترین بیانیہ لفظ ہے۔

پروفیسر صاحب نے آخر میں کہا کہ قرآن مجید کسی انسانی کاوش کا نتیجہ نہیں بلکہ یہ ایک آسمانی کتاب ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۝ (۴۷)

لیکن اللہ شاہد ہے اس پر جو تجھ پر نازل کیا کہ یہ نازل کیا ہے اپنے علم کے ساتھ اور فرشتے بھی گواہ ہیں اور اللہ کافی ہے حق ظاہر کرنے والا۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ فَتَعْرِفُوْنَهَا وَمَا رَبُّكَ بِغٰفِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ (۴۸)

اور کہہ تعریف ہے سب اللہ کو آگے دکھائے گا تم کو اپنے نمونے تو ان کو پہچان لو گے اور تیرا رب بے خبر نہیں ان کاموں سے جو تم کرتے ہو۔

حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا ہے:

حمد کے لائق ہے یا رب تیری ذاتِ کبریا
امر کن میں رازِ تخلیقِ جہاں مضمر کیا
گنبدِ گردوں کو بخشے انجم و شمس و قمر
انجم و شمس و قمر کو دے دیا نور و ضیاء
ابر کو باراں عطا کی خاک کو روئیدگی
گل کو بخشا رنگ و بو اور شاخِ تر کو پھل دیا
کردیا مٹی کو تونے لال و گوہر سیم و زر
قطرۂ باراں کو تونے لو لوئے لالہ کیا(۴۹)

حواشی و حوالاجات

۱۔ سورۃ البقرہ آیت ۱۵۱

۲۔ سورۃ البقرہ آیت ۱۴۳

۳۔ مسند احمد ۵:۱۳۵،

۴۔ جامع ترمذی، کتاب الفتن، ۲۱۸۱

۵۔ مسند الدارمی، مقدمہ باب العمل بالعلم: ۲۵۹

۶۔ صحیح مسلم، ترمذی، مسند احمد، مستدرک الحاکم

۷۔ مستدرک الحاکم، صحیح علی الشرط الصحیحین

8- Muhammad, The Educator, by Robert Gulick, L. Junior, Lahore, 1969,

9- Muhammad, The Educator, by Robert Gulick, L. Junior, Lahore, 1969,

10- Bucaille, Maurice, Bible, Quran and Science, U.S.A P 24.

۱۱۔ سورۃ الذاریات آیت ۴۷،

12- Press, Fran,. and Raymond Siever. Earth. 3rd ed San Francisco, W.H. Freeman and Company, 1982. P 435

13 Tarbuck. Edward J. and Frederick K. Lutgens. Earth Science, 3rd. Columbus, Charles E. Merrill publishing company, 1982, P 157.

۱۴۔ سورۃ النباء آیت ۶، ۷

15- El-Naggar, Z.R. The Geological Concept of Mountains in the Quran. 1st ed. Herndon. International Institute of Islamic Thought, 1991. P.5

16- El-Naggar, Z.R. The Geological Concept of Mountains in the Quran. 1st ed. Herndon. International Institute of Islamic Thought, 1991. P.44,45.

17- El-Naggar, Z.R. The Geological Concept of Mountains in the Quran. 1st ed. Herndon. International Institute of Islamic Thought, 1991. P.5

۱۸۔ سورۂ نحل آیت ۱۶

19- Weinberg, Steven. The First Three Minutes, A Modern View of the origia of the universe New York, Bantam book, 5th Printing, 1984, P. 94-105.

۲۰۔ سورۂ حم سجدہ آیت ۱۱،

۲۱۔ سورۂ انبیاء آیت ۳۰،

22 Theis is the truth (video tape)

23- Theis is the truth (video tape)

۲۴۔ سورۂ النبیاء آیت ۷

۲۵۔ سورۂ النازعات آیت ۳۲،

26- Bucaille, Maurice. The Quran and Modern Science. Riyadh, Morld Assembly of Muslim Youth. P.10

۲۷۔ سورۂ الروم آیت ۱،۲،۳

۲۸۔ صحیح مسلم، امام مسلم بن الحجاج القشیری جلد ۵، ص ۵

۲۹۔ ابو عثمان عمرو بن بحر الجاحظ، البیان والتبیین، جلد ۴ ص ۲۹ طبع القاہرہ،

۳۰۔ ابن منظور، لسان العدب، البیان والتبیین از جاحظ طبع قاہرہ

31- This is the Truth, (video tape)

۳۲۔ سورۂ الانبیاء آیت ۳۰،

۳۳۔ مطالعہ فطرت اور ایمان، انجمن خدام القرآن، لاہور، ۱۹۸۴، ص ۲۱، ۲۲،

۳۴۔ سورۂ الذاریات، آیت ۴۷

۳۵۔ ایک نوری سال دس کھرب کلو میٹر کے برابر ہوتا ہے۔

36- Couper, Heather and Nigel Henbest. The Space Atlas. London, Dorling Kindersley Limited. 1995, P. 42.

۳۷۔ سورۂ ص، آیت ۸۷،۸۸

۳۸۔ سورۂ نساء آیت ۱۶۶

39- This is the Truth, (video tape)

۴۰۔ سورۂ حدید، آیت ۲۵

۴۱۔ سورۂ ق، آیت ۶

۴۲۔ سورۂ الملک آیت ۵

۴۳۔ سورۂ الملک آیت ۴،۵،

44- This is the Truth, (video tape)

45- Weinberg, Steven. The First Three Minutes, A Modern View of the Origia of the universe New York, Bantam book, 5th Printing, 1984, P. 102-103.

۴۶۔ سورۂ حم سجدہ، آیت ۱۱،

۴۷۔ سورۂ النساء آیت ۱۶۶،

۴۸۔ سورۂ النحل آیت ۹۳،

۴۹۔ اقوالِ زوّاریہ، ترتیب: سید عزیز الرحمٰن، کراچی، زوّار اکیڈمی پبلی کیشنز، ص ۳،

معروف اہلِ قلم ڈاکٹر حافظ **حقانی میاں قادری** کے زیر ادارت

ماہنامہ تعمیر افکار کراچی

کا

سیرت نمبر

عنقریب نہایت آب و تاب کے ساتھ شائع ہو رہا ہے

سیرت طیبہ کے مختلف پہلوؤں پر نامور اہلِ علم، معروف اہلِ قلم

اور اصحابِ فضل و کمال کے قیمتی مقالات و مضامین،

پسندیدہ اسلوب میں تعمیری افکار و خیالات

رابطہ کیجئے: ایف ۱/ ۳۳، بلاک ایف، نارتھ ناظم آباد کراچی